E:\Final os\Alser

مولانا ابن الحسن عباسی ☆

واقدی بحیثیت سیرت نگار

امام واقدی کے نام سے کون ناواقف ہے، نابغۂ روزگار مؤرخ، سیرت ومغازی کی تاریخ کا امام، فن حدیث کا ماہر، روایت حدیث میں مختلف فیہ، فقیہ ومفسر، نام محمد، والد کا نام عمر اور دادا کا نام واقدی ہے، دادا کی نسبت سے انہیں واقدی کہا جاتا ہے اور نام سے زیادہ اسی نسبت سے آپ مشہور ہیں۔(۱)

صحیح اور راجح قول کے مطابق آپ کا سن ولادت ۱۳۰ ہجری (۷۴۸ء) ہے (۲) آپ کی پرورش مدینہ منورہ میں ہوئی، یہ وہ زمانہ تھا جب مدینہ منورہ میں اسلامی علوم کی بہار جوبن پر تھی، صحابہؓ کی صحبت سے فیضیاب ہونے والے جلیل القدر تابعین موجود تھے، اس فضا میں آپ پلے بڑھے اور امام ومؤرخ بلکہ اگر کہا جائے کہ اسلامی غزوات ومعرکوں کے سید المؤرخین بنے تو بے جا نہ ہوگا۔

واقدی نے اسامہ بن زید، حضرت سفیان ثوری، اسماعیل بن ابراہیم، ولید بن کثیر، ابن جریج، محمد بن عجلان اور امام مالک رحہم اللہ جیسے اساطینِ علم سے استفادہ کیا، ان سے روایات لیں اور آپ سے فیضیاب ہونے والوں میں احمد بن خلیل، احمد بن رجا، ابن ابی شیبہ، ابن سعد، ابن ابی حاتم اور امام شافعی رحہم اللہ ایسے اہلِ علم شامل ہیں۔(۳)

واقدی غزوات اور اسلامی واقعات ومعرکوں کے یگانۂ روزگار محقق ومؤرخ تھے، واقعات کی تحقیق میں واقدی صرف روایت پر اکتفا نہیں کرتے تھے بلکہ ہر غزوے، معرکے اور ہر واقعے کے محل وقوع کا مشاہدہ بھی ضروری سمجھتے تھے، فرماتے تھے جب کوئی مجھے کسی غزوے یا کسی

☆۔رفیق شعبۂ تصنیف واستاذ جامعہ فاروقیہ کراچی

صحابیؓ کی شہادت کے محل وقوع کے متعلق بتاتا تو میں خود جا کر متعلقہ جگہ کا مشاہدہ کرتا۔(۴) ہارون قروی کہتے ہیں میں نے واقدی کو مکہ معظمہ میں مشکیزہ اٹھائے ہوئے دیکھا، پوچھا" کہاں کا ارادہ ہے؟" کہنے لگے "غزوہ حنین کا محل وقوع دیکھنے جارہا ہوں"(۵) اس تحقیقی مزاج کی وجہ سے واقدی اپنے دور میں اسلامی معرکوں اور غزوات کے سب سے بڑے مؤرخ سمجھے جاتے تھے، اس کا اندازہ اس واقعے سے لگائیں کہ خلیفہ ہارون الرشید ایک بار مدینہ منورہ گئے تو اپنے وزیر یحییٰ بن خالد سے کہا "کسی ایسے آدمی کو تلاش کرو جو نزول وحی کے مواقع، شہدائے اسلام کی قبور اور غزوات کے محل وقوع سے بخوبی واقف ہو" یحییٰ نے تلاش شروع کی، جس سے بھی پوچھتے وہ واقدی کا نام بتاتا، چنانچہ واقدی کو ہارون الرشید سے ملایا گیا اور رات بھر واقدی نے انہیں مدینہ منورہ کا ہر وہ گوشہ بتایا جس کے ساتھ اسلامی تاریخ کی کوئی یادوابستہ تھی، صبح ہوئی تو ہارون الرشید نے دس ہزار درہم کی خطیر رقم دے کر انہیں رخصت کیا۔(۶) یہ تھے اس وقت کے بادشاہ اور اہل علم!

ذریعہ معاش

واقدی نے تجارت کو ذریعہ معاش بنایا تھا، مدینہ منورہ میں گندم کی تجارت کرتے تھے، طبعاً شاہ خرچ اور ہاتھ میں سوراخ رکھتے تھے، اس لئے مقروض ہوگئے، ہارون الرشید سے شناسائی تو ہوگئی تھی، ہارون کے ایک وزیر سے دوستی بھی تھی، اس لئے مدینہ منورہ سے بغداد کے لئے پابہ رکاب ہوئے، وزیر نے انہیں ہاتھوں ہاتھ لیا، ہارون الرشید نے بڑا اکرام کیا اور تین ہزار درہم عطا فرمائے، وزیر نے بغداد میں مستقل رہنے کی فرمائش کی، چنانچہ مدینہ منورہ جا کر قرض ادا کیا، پھر بغداد آئے اور تا حیات یہیں رہے۔(۷)

کچھ عرصہ بعد ہارون الرشید نے واقدی کو بغداد کے شرقی حصے کا قاضی بنایا (۸) لکھا ہے اس حصے کی طرف جب وہ منتقل ہو رہے تھے تو ان کی کتابوں کا ذخیرہ ایک سو بیس اونٹوں کے ذریعہ منتقل کیا گیا۔(۹)

ہارون الرشید کے بیٹے مامون الرشید بھی واقدی کے علم وفضل کے معترف اور ان کی شخصیت کے بڑے معتقد تھے، کہتے تھے:

ماقلمت بغداد ألا لأ كتب كتب الواقدی(۱۰)

یعنی میرے بغداد آنے کا مقصد صرف واقدی کی کتابوں کو نقل کرنا ہے۔

مامون الرشید جب خلیفہ بنے تو واقدی کے ساتھ ان کے اکرام و انعام کا سلسلہ برابر جاری رہا، واقدی کا حافظہ غضب کا تھا لیکن یہ عجیب بات ہے کہ وہ قرآن مجید کا زیادہ حصہ حفظ نہیں کر سکتے تھے، ایک مرتبہ مامون الرشید نے ان سے کہا کہ!

''آج جمعہ کی نماز آپ نے پڑھانی ہے''

کہنے لگے!''مجھے سورۃ جمعہ یاد نہیں''

مامون نے کہا!''میں یاد کرادوں گا''

چنانچہ مامون نے انہیں یاد کرانا شروع کیا، سورۃ کا ابتدائی حصہ یاد کراتے تو وہ آخری حصہ بھول جاتے، آخری یاد کراتے تو وہ حصہ اول بھول جاتے، تب مامون نے کہا:

هذا رجل يحفظ التاويل، ولا يحفظ التنزيل

''یہ شخص تاویل تو یاد کر لیتا ہے لیکن قرآن نہیں یاد کر سکتا''

پھر ان سے کہا چلئے کوئی دوسری سورت پڑھ لیجئے گا لیکن نماز آپ ہی نے پڑھانی ہے۔(۱۱)

غسانی کہتے ہیں میں نے ان کی اقتدا میں نماز جمعہ پڑھی تو سورۃ الاعلیٰ کی آخری آیت صحف أبراهيم و موسىٰ کو انہوں نے صحف عيسى و موسىٰ پڑھا۔(۱۲)

ایثار و ہمدردی اور سخاوت و فیاضی

واقدی ایثار و ہمدردی اور سخاوت و فیاضی کے پیکر تھے، وہ بڑے مناصب پر رہے، حکومت سے اکرام و انعام بھی پاتے رہے، لیکن سخاوت اور فیاضی کا یہ عالم تھا کہ ان پر زکوٰۃ کبھی واجب نہیں ہوئی، کہتے تھے ''خلیفہ نے چھ لاکھ درہم دیے لیکن مجھ پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوئی'' پیسوں کو دانتوں سے پکڑنے کی صلاحیت آپ میں تھی ہی نہیں، آزاد ہاتھ چلانے کے عادی تھے،

جس کی وجہ سے بسا اوقات بڑی تنگدستی ہوجاتی، قرضے چڑھ جاتے اور مالی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا، ایک مرتبہ اس طرح کی حالت سے پریشان ہوکر مامون الرشید کو خط لکھا اور قرضے کی ایک مقدار لکھ کر ان سے تعاون کی درخواست کی، مامون نے اس درخواست پر جو نوٹ لکھا اس سے جہاں ایک طرف مامون کی قدر شناسی، علم پروری اور ان کے فضل وکمال کا اظہار ہوتا ہے، وہیں واقدی کا حدیث سے عشق ومحبت کا بھی کچھ اندازہ ہوتا ہے، مامون نے لکھا!

> آپ میں دو خصلتیں ہیں ایک سخاوت اور دوسری حیا، سخاوت آپ کو مال خرچ کرنے پر مجبور کردیتی ہے اور حیا کی وجہ سے آپ ہمارے سامنے اپنے تمام قرضوں کا ذکر نہیں کرتے، اس لئے میں آپ کو طلب کردہ مقدار سے دوگنی رقم دے رہا ہوں، اگر اس رقم سے بھی آپ کی ضرورت پوری نہ ہو رہی ہو اور حیا کی وجہ سے آپ ہمیں نہ بتائیں تو اس میں قصوروار آپ ہیں، ہم نہیں، اور اگر اس رقم سے آپ کی ضرورت پوری ہوجاتی ہے تو مزید فراخ دلی سے خرچ کیجئے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے خزانے وسیع ہیں، انفاق کا یہ کام نیکی اور ثواب کا کام ہے، ہارون الرشید کے زمانے میں جب آپ عہدۂ قضاء پر فائز تھے تو آپ نے ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سنائی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر ﷜ سے خطاب کرکے فرمایا: یا زبیر! إن مفاتیح الرزق بازاء العرش، ینزل اللّٰہ سبحانہ للعباد أرزاقھم علی قدر نفقا تھم، فمن کثر، کثر لہ ومن قلل، قلل علیہ یعنی اے زبیر! رزق کی کنجیاں عرش کے سامنے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ان کے خرچ کے مطابق رزق دیتے ہیں جو بکثرت خرچ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے فراوانی کردیتے ہیں اور جو کوتاہ دستی سے خرچ کرتا ہے تو اس

کا رزق بھی کم کردیا جاتا ہے۔"

امام واقدی نے مامون الرشید کا یہ نوٹ پڑھ کر فرمایا:

"میں یہ حدیث بھول گیا تھا مجھے تو مامون کے عطیے سے زیادہ اس حدیث کی وجہ سے خوشی ہوئی"۔(۱۴)

ایثار و ہمدردی کا ایک انوکھا واقعہ

ایثار و ہمدردی یعنی دوسرے کو اپنے اوپر ترجیح دینا اور دوسرے کے غم اور دکھ درد میں شریک ہونا، اسلام کی معاشرتی تعلیمات میں سے ہے، معاشرے کے اجتماعی نظام کے استحکام اور بقاء میں اس کا بڑا عمل دخل ہوتا ہے، اسلامی معاشرہ کی تاریخ میں اسلام کی تعلیم ایثار و ہمدردی کے بڑے عجیب واقعات ملتے ہیں، ان میں سے ایک واقعہ وہ ہے جو خطیب بغدادی نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب "تاریخ بغداد" میں امام واقدی کے حالات میں لکھا ہے!

واقدی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مجھے بڑی مالی پریشانی کا سامنا کرنا پڑا، فاقوں تک نوبت پہنچی، گھر سے اطلاع آئی کہ عید کی آمد آمد ہے اور گھر میں کچھ بھی نہیں، بڑے تو صبر کرلیں گے لیکن بچے مفلسی کی عید کیسے گزاریں گے؟ یہ سن کر میں اپنے ایک تاجر دوست کے پاس قرض لینے گیا، وہ مجھے دیکھتے ہی سمجھ گیا اور بارہ سو درہم کی سربمہر ایک تھیلی میرے ہاتھ تھمادی، میں گھر آیا، ابھی بیٹھا ہی تھا کہ میرا ایک ہاشمی دوست آیا، اس کے گھر بھی افلاس وغربت نے ڈیرہ ڈالا تھا، قرض رقم چاہتا تھا، میں نے گھر جاکر اہلیہ کو قصہ سنایا، کہنے لگیں، "کتنی رقم دینے کا ارادہ ہے؟" میں نے کہا "تھیلی کی رقم نصف نصف تقسیم کرلیں گے، اس طرح دونوں کا کام چل جائے گا" کہنے لگی "بڑی عجیب بات ہے، آپ ایک عام آدمی کے پاس گئے، اس نے آپ کو بارہ سو درہم دیئے اور آپ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کا ایک شخص اپنی حاجت لے کر آیا ہے اور آپ اسے ایک عام آدمی کے عطیے کا نصف دے رہے ہیں، آپ اسے پوری تھیلی دیدیں" چنانچہ میں نے وہ تھیلی کھولے بغیر سربمہر اس کے حوالہ کردی، وہ تھیلی لے کر گھر پہنچا تو میرا تاجر دوست اس کے پاس گیا، کہا "عید کی آمد آمد ہے، گھر میں کچھ نہیں، کچھ رقم قرض چاہیئے" ہاشمی دوست نے وہی تھیلی سربمہر اس کے حوالہ کر

دی، اپنی ہی تھیلی اسی طرح سربمہر دیکھ کر اسے بڑی حیرت ہوئی کہ یہ ماجرا کیا ہے؟ وہ تھیلی ہاشمی دوست کے ہاں چھوڑ کر میرے پاس آیا تو میں نے اسے پورا قصہ سنایا، درحقیقت تاجر دوست کے پاس بھی اس تھیلی کے علاوہ کچھ نہیں تھا، وہ سارا مجھے دے گیا تھا اور خود قرض لینے ہاشمی دوست کے پاس چلا، ہاشمی نے جب وہ حوالے کرنا چاہا تو راز کھل گیا۔

ایثار و ہمدردی کے اس انوکھے واقعے کی اطلاع جب وزیر یحییٰ بن خالد کے پاس پہنچی تو وہ دس ہزار دینار لے کر آئے، کہنے لگے:

"ان میں دو ہزار آپ کے، دو ہزار آپ کے ہاشمی دوست کے، دو ہزار تاجر دوست کے اور چار ہزار آپ کی اہلیہ کے ہیں کیونکہ وہ تم سب میں زیادہ قابلِ قدر اور لائقِ اعزاز ہے۔ (۱۴)

ویؤثرون علی انفسهم ولوکان بهم خصاصة یہ تھے وہ لوگ جن میں اسلام کی اخلاقی قدریں آباد تھیں اور جنہیں دیکھ کر غیر مسلم، اسلام قبول کرنے پر خود بخود آمادہ ہو جاتے تھے۔

اب انہیں ڈھونڈھ چراغِ رخِ زیبا لے کر!

واقدی نے بڑی مصروف اور علمی مشاغل سے بھرپور زندگی گزاری، موت زندگی کے ہر مسافر کی منزل ہے، ۱۱ ذی الحجہ ۲۰۷ ہجری، اتوار کے دن آپ کی وفات ہوئی، قاضی محمد بن سماعہ تمیمی نے نماز جنازہ پڑھائی اور مقبرہ خیزران میں دفن کئے گئے۔ (۱۵)

وفات کے وقت واقدی کے پاس اتنی بھی رقم نہ تھی کہ اس سے تجہیز و تکفین کا انتظام ہو سکے، مامون الرشید نے یہ انتظام کیا اور آپ کی وصیت کے مطابق آپ کے قرضے ادا کئے۔ (۱۶)

لیکن اپنے پیچھے چھ سو جزدانوں میں کتابوں کا اس قدر وسیع ذخیرہ چھوڑا کہ ایک جزدان دو آدمی اٹھا سکتے تھے گویا کہ ساری کتابیں اٹھانے کے لئے بارہ سو آدمیوں کی ضرورت تھی، واقدی کے دو غلام ایسے تھے کہ وہ دن رات لکھتے رہتے تھے۔ (۱۷)

تصانیف

اسماعیل پاشا بغدادی نے "ہدیۃ العارفین" میں واقدی کی اکتیس کتابوں کے نام گنائے ہیں، ابن ندیم نے "الفہرست" میں اٹھائیس اور علامہ زرکلی نے "الاعلام" میں چودہ کتابوں کے نام لکھے ہیں۔(۱۸)

اس میں اکثر کتابیں غیر مطبوعہ ہیں اور خیرالدین زرکلی نے لکھا ہے کہ ان میں اکثر کتابوں کی واقدی کی طرف نسبت بھی مشکوک ہے، واقدی کی چار کتابیں مطبوعہ ہیں۔ ۱۔ کتاب المغازی ۲۔ فتح افریقیہ، ۳۔ فتح العجم، ۴۔ فتح مصر والاسکندریہ۔(۱۹)

واقدی کی کتاب المغازی تین جلدوں میں ڈاکٹر مارسڈن جونس کی تحقیق ومقدمے کے ساتھ ۱۹۶۴ء میں مصر اور بیروت سے شائع ہوئی ہے۔

واقدی کی تصانیف میں ایک کتاب کا نام "فتوح الشام" بھی ہے، اس نام کی کئی دوسرے علماء نے بھی کتابیں لکھی ہیں، مثلاً ابومخنف اور مدائنی کی تصانیف میں اس نام کی کتاب کا ذکر ملتا ہے۔(۲۰) اس وقت "فتوح الشام" کے نام سے جو کتاب مشہور وشائع ہے جس کا اردو ترجمہ بھی ہو چکا ہے عموماً واقدی کی طرف اس کی نسبت کی جاتی ہے لیکن یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ یہ واقدی کی تصنیف اور ان ہی کی "فتوح الشام" ہے بلکہ ڈاکٹر مارسڈن جونس نے واقدی کی طرف اس کی نسبت تسلیم ہی نہیں کی، وہ لکھتا ہے:

> امافتوح الشام، وفتوح العراق للواقدی، فقد فقدا، ولم نعثر علی أثرلهما، ومایتداوله الناس الیوم باسم "فتوح الشام" "فتوح العراق" وغیرهما، لیست له، اذأنها متأخرة عنه (۲۱)
>
> "واقدی کی "فتوح الشام" اور "فتوح العراق" مفقود ہو چکی ہیں، ان دونوں کتابوں کا ہمیں کچھ پتہ نہیں لگ سکا، لوگوں کے درمیان "فتوح الشام" اور "فتوح العراق" وغیرہ کے نام سے جو کتابیں آج

E:\Final os\Alser

متداول ہیں، یہ واقدی کی نہیں، کیونکہ یہ واقدی کے بعد کی ہیں۔

واقدی پر تشیع کا الزام

ابن ندیم نے الفہرست میں واقدی کو شیعوں کے ساتھ جوڑا ہے۔(۲۲) لیکن یہ ابن ندیم کا تفرد ہے، انہوں نے نہ کوئی معتبر دلیل ذکر کی اور نہ ہی کوئی معتبر حوالہ ذکر کیا، واقدی کے ترجمہ نگاروں میں ان کے علاوہ کسی نے بھی واقدی کو شیعہ نہیں کہا، خاندان بنوامیہ کے ان کے ساتھ گہرے تعلقات، اعزاز و اکرام اور منصب قضاء کی تفویض اس کی نفی کرتی ہے، پھر ابن ندیم ہی کا معاصر اور مشہور شیعہ عالم طوسی نے شیعہ علماء اور ان کی کتابوں کے تعارف پر مشتمل اپنی کتاب ''الفہرس'' میں نہ واقدی کا ذکر کیا ہے اور نہ واقدی کی کتابوں کا، اگر واقدی واقعتاً شیعہ ہوتے تو ان کے ذکر سے طوسی کی ''الفہرس'' کیونکر خالی ہوتی۔

اسی طرح مشہور شیعہ عالم ابن ابی الحدید ''شرح نہج البلاغہ'' میں واقدی سے ایک طویل فقرہ نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے۔''وفی روایة الشیعة ......''(۲۳) اور آگے پھر شیعوں کی روایات نقل کرتا چلا جاتا ہے۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ابن ابی الحدید واقدی کو شیعہ نہیں سمجھ رہا۔ معلوم نہیں ابن ندیم نے انہیں کیسے شیعہ سمجھ لیا، اس سلسلے میں ابن ندیم سے تسامح ہوا ہے۔

امام واقدی میزانِ جرح وتعدیل میں

روایت حدیث کے لئے جرح وتعدیل کے اصول علمائے اسلام اور محدثین کا وہ کارنامہ ہے جس کی نظیر اقوام عالم کی تاریخ میں نہیں ملتی، حدیث کی صحتِ روایت کے لئے ایک راوی کی زندگی کے علمی اور عملی پہلوؤں کو اس باریک بینی سے جانچا گیا کہ جہاں ذرا دھندلاہٹ نظر آئی، اعتماد کا دامن وہاں سے اٹھالیا گیا اور اس راوی کی بیان کردہ روایات و احادیث سے یقینِ صحت کے زائل ہونے کا اعلان کردیا گیا۔

بلاشبہ قیامت تک باقی رہنے والے اس دین کی ابدی تعلیمات کی بقاء کے لئے جرح و تعدیل کے ان اصولوں کی وضع ضروری تھی، لیکن اصول جرح وتعدیل کا یہ معیار احادیث نبویہ کے

لئے ہے، تاریخ، عام واقعات اور اسلامی معرکوں کی تفصیلات کے لئے روایت کا اس قدر بلند اور سخت معیار نہ رکھا گیا ہے اور نہ اس کی ضرورت ہے۔

واقدی تاریخ،غزوات اور اسلامی واقعات میں بلاشبہ امام اور کسی اختلاف کے بغیر ایک مسلمہ شخصیت ہے، البتہ فن حدیث کے محدثانہ معیار کے مطابق وہ ایک مختلف فیہ راوی ہیں، ان پر جرح کرنے والے بھی ہیں اور ان کی تعدیل کرنے والے بھی ہیں، لیکن حدیث میں مختلف فیہ ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ سیرت، تاریخ، مغازی اور واقعات میں بھی انہیں غیر معتبر کہا یا سمجھا جائے۔

ائمہ جرح وتعدیل واقدی کے متعلق تین طبقوں میں تقسیم ہیں، ایک بڑے طبقے نے ان پر جرح کی ہے، دوسرے طبقے نے ان کی تعدیل کی ہے اور تیسرا طبقہ وہ ہے جس سے جرح اور تعدیل دونوں منقول ہیں۔

﴿۱﴾ جن حضرات نے ان پر جرح کی ہے، ان کی تعداد بھی زیادہ ہے اور علمی حیثیت سے بھی وہ بلند ہیں، ان میں امام بخاری (۲۴)، امام مسلم، (۲۵) امام ابوداؤد، (۲۶) امام نسائی، (۲۷)، امام احمد، (۲۸) امام شافعی، (۲۹) یحییٰ بن معین، (۳۰) دارقطنی (۳۱)، علی بن المدینی، (۳۲) اسحاق بن راہویہ، (۳۳) ابوحاتم رازی، (۳۴) ابوزرعہ، (۳۵)، حاکم، (۳۶) وکیع (۳۷) ابن نمیر، (۳۸) ہیثمی، (۳۹)، عقیلی، (۴۰)، ابن عدی، (۴۱) ابن الاثیر، (۴۲) شامل ہیں، ان میں بعض حضرات کے الفاظ جرح سخت اور بعض کے الفاظ ذرا نرم ہیں، لیکن مجموعی طور پر ان سب نے واقدی کو ضعیف فی الحدیث قرار دیا ہے۔

﴿۲﴾ ائمہ جرح وتعدیل کے ایک دوسرے طبقے نے واقدی کی تعدیل کی ہے، ان میں! دراوردی (۴۳)، ابوعبید قاسم بن سلام (۴۴)، مصعب زبیری (۴۵)، محمد بن اسلام جمحی (۴۶)، ابراہیم حربی (۴۷)، معن بن عیسیٰ (۴۸)، یزید بن ہارون (۴۹)، مجاہد بن موسیٰ (۵۰)، سلیمان شاذکولی (۵۱)، ابن سعد (۴۲)، محمد بن اسحاق صنعانی (۵۳)، رمادی (۵۴)، عبداللہ بن سلیمان (۵۵)، ابویحییٰ الازہری (۵۶) اور مسیبی (۵۷) شامل ہیں۔ ان میں بعض کے الفاظ تعدیل ہلکے ہیں اور بعضوں کے الفاظ انتہائی عقیدت کے ہیں، دراوردی نے تو انہیں امیر المومنین

فی الحدیث کہا ہے۔

﴿۳﴾ تیسرے طبقے میں وہ ائمہ ہیں جن سے جرح وتعدیل دونوں منقول ہیں، چنانچہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے تعدیل بھی منقول ہے۔(۵۸) اور جرح بھی۔(۵۹)

اسی طرح عبداللہ بن مبارک سے بھی جرح اور تعدیل دونوں منقول ہیں۔(۶۰)

اصحاب صحاح ستہ میں سے صرف امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے ایک حدیث واقدی کے طریق سے نقل کی ہے، اس میں بھی نام کے بجائے ''شیخ لنا'' کے الفاظ ہیں۔(۶۱)

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ واقدی کے ضعیف ہونے کی وجہ سے امام ابن ماجہ نے ان کا نام لینے کی جسارت نہیں کی۔(۶۲)

لیکن دوسرے حضرات نے فرمایا کہ یہ تصرف ابن ماجہ نے نہیں کیا ہے بلکہ یہ ان کے شیخ ابن ابی شیبہ کا تصرف ہے۔(۶۳)

حافظ مغلطائی نے واقدی کی حمایت اور ان کی توثیق کی ہے، حافظ ابن حجر ان کی حمایت پر تبصرہ کرتے ہوئے ''فتح الباری'' میں لکھتے ہیں۔

> واقدی کی حمایت میں مغلطائی نے تعصب سے کام لیا ہے، چنانچہ ان کو ثقہ قرار دینے والوں کا کلام تو ذکر کیا لیکن جنہوں نے انہیں ضعیف قرار دیا ہے ان کے کلام سے خاموشی اختیار کرلی، حالانکہ یہ عدد کے اعتبار سے بہت، حفظ واتقان کے حوالے سے پختہ اور واقدی کو ان سے زیادہ اچھی طرح جانتے ہیں۔(۶۴)

علامہ عینی نے حافظ ابن حجر کے اس تبصرے کو تسلیم نہیں کیا، چنانچہ وہ لکھتے ہیں!

> مالـلـواقـدی، وقـدروی عـنـه الشافعی، وأبوبکر بن أبی شیبة، وأبوعبید، وأبوخیثمة: وعن مصعب الزبیری: ثقة مـامـون، وکـذاقـال الـمسیبی. وقال أبوعبید: ثقة، وعن الدراوردی: الواقدی أمیر المؤمنین فی الحدیث.(۶۵)

واقدی کو کیا ہے، جبکہ امام شافعی، ابوبکر بن ابی شیبہ، ابوعبید اور
ابوخیثمہ جیسے لوگ ان سے روایت کرتے ہیں، مصعب زبیری سے
ان کے متعلق "ثقۃ مامون" کے الفاظ منقول ہیں، مسیبی نے بھی ان
کے متعلق یہی الفاظ کہے، ابوعبید نے انہیں "ثقۃ" کہا اور دراوردی
سے منقول ہے کہ واقدی امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں"

لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ جرح کرنے والوں کی تعداد بھی زیادہ ہے اور علمی رتبے کے لحاظ سے بھی وہ بلند ہیں، اس لئے فن حدیث میں واقدی کے متعلق جرح کرنے والوں کا پلڑا بہر حال بھاری ہے، علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے "سیر اعلام النبلاء" میں ان کے تذکرے کے شروع میں لکھا:

ومع هذا فلا يستغنى عنه في المغازي وأيام الصحابة وأخبارهم (٦٦)

یعنی ضعیف ہونے کے باوجود مغازی، عہد صحابہ اور ان کے واقعات میں واقدی سے بے نیازی نہیں برتی جا سکتی۔

اور ان کے تذکرے آخر میں لکھا:

مع أن وزنه عندي أنه مع ضعفه، يكتب حديثه، ويروى لأني لا أتهمه بالوضع (٦٧)

"اس کے ساتھ ساتھ میرے نزدیک ضعیف ہونے کے باوجود واقدی کا رتبہ یہ ہے کہ ان کی حدیث لکھی اور اس کی روایت کی جا سکتی ہے، اس لئے کہ میں اس پر حدیث وضع کرنے کی تہمت نہیں لگاتا۔"

حاصل یہ ہے کہ واقدی مغازی اور تاریخ میں تو بلاشبہ امام ہیں اور حدیث میں ضعیف ہیں لیکن اس قدر بھی ضعیف نہیں کہ ان کی روایت کو لینا درست ہی نہ ہو، ان کی روایت کردہ حدیث

لکھی اور بیان کی جاسکتی ہے۔

امام واقدی کے متعلق مولانا شبلی نعمانی کی رائے

یہ بڑی عجیب بات ہے کہ امام واقدی کو علامہ شبلی نعمانی مرحوم نے بالکل غیر معتبر قرار دیا اور کہا کہ ان کی شہرت بدنامی کی شہرت ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

> ''محمد بن اسحاق نے فن مغازی میں سب سے زیادہ شہرت حاصل کی، وہ امام فن مغازی کے نام سے مشہور ہیں، شہرت عام میں اگر چہ واقدی ان سے کم نہیں لیکن واقدی کی لغو بیانی مسلمۂ عام ہے اور اس لئے ان کی شہرت بدنامی کی شہرت ہے، محمد بن اسحاق تابعی ہیں ...... ان کے ثقہ اور غیر ثقہ ہونے کی نسبت محدثین میں اختلاف ہے، امام مالک ان کے سخت مخالف ہیں، لیکن محدثین کا عام فیصلہ یہ ہے کہ مغازی اور سیر میں ان کی روایتیں استناد کے قابل ہیں''۔(٦٧)

امام واقدی کے متعلق علامہ شبلی اپنی رائے میں اعتدال قائم نہیں رکھ سکے، مؤرخین اور ائمہ اسماء رجال میں سے کسی نے بھی مغازی اور تاریخ میں واقدی کو غیر معتبر نہیں سمجھا، جو بات انہوں نے اس عبارت میں محمد بن اسحاق کے متعلق کہی ہے، یہی بات ہو بہو واقدی کے بارے میں بھی درست ہے، محدثین کا عام فیصلہ محمد بن اسحاق کی طرح واقدی کے متعلق بھی یہی ہے کہ مغازی اور سیر میں ان کی روایتیں قابل استناد ہیں، علامہ ذہبی وغیرہ کی عبارتیں ہم نے ماقبل میں ذکر کر دی ہیں۔

محمد بن اسحاق اور واقدی دونوں پر جرح بھی ہے اور دونوں کی تعدیل بھی ہے، پھر مغازی اور سیر میں ایک کی روایتوں کو قابل استناد کہنا اور دوسرے کو لغو بیان قرار دینا ایسا دوہرا معیار ہے جو ہماری سمجھ سے بالاتر ہے، یہ تو وہی بات ہوئی کہ ۔

تمہاری زلف میں پہنچ کر حسن کہلائی
وہ تیرگی جو میرے نامۂ سیاہ میں تھی

واقدی کو اگر لغو بیان قرار دیا جائے تو ابن جریر کی ''تاریخ طبری'' ابن کثیر کی ''البدایہ والنہایہ'' اور ابن سعد کی شہرۂ آفاق کتاب ''طبقات ابن سعد'' کے ان تمام واقعات اور روایات کو لغو ماننا پڑیگا جو واقدی سے منقول ہیں ''طبقات ابن سعد'' کا تو اکثر حصہ واقدی سے منقول ہے تاریخی اعتبار سے وہ بھی غیر مستند ٹھہرے گا، قابل حیرت بات یہ ہے کہ طبقات ابن سعد کو شبلی نعمانی نے ایک لاجواب کتاب قرار دیا، وہ لکھتے ہیں:

> واقدی خود تو قابل ذکر نہیں لیکن ان کے تلامذۂ خاص میں سے ابن سعد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات میں ایسی جامع اور مفصل کتاب لکھی کہ آج تک اس کا جواب نہ ہوسکا۔''(۶۹)

لیکن اس لاجواب کتاب کا اکثر حصہ خود شبلی نعمانی کے بقول واقدی سے ماخوذ ہے ،واقدی کی لغو بیانی اگر مسلمۂ عام ہے تو ''طبقات ابن سعد'' لاجواب کہاں رہے گی!

وصلى الله تعالىٰ علىٰ خير خلقه محمد وعلى آله وصحبه أجمعين

حواشی وحوالہ جات

۱۔ الذہبی: شمس الدین محمد بن أحمد الکاشف: ۲۰۶/۲ ، مؤسسۃ علوم القرآن جدہ /۱۴۱۳ھ

۲۔ المزی: جمال الدین یوسف، تھذیب الکمال فی أسماء الرجال:۱۹۳/۲۶ مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت :۱۴۱۳، والذہبی محمد بن أحمد، سیر أعلام النبلاء :۴۵۴/۹، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت :۱۴۰۶ھ

۳۔ ابن حجر العسقلانی احمد بن علی تہذیب التھذیب، ۳۶۲/۹، دائرۃ المعارف النظامیۃ، حیدر آباد، دکن : ۱۳۲۷ھ والخطیب البغدادی، احمد بن علی، تاریخ بغداد ۳/۳، دار الکتاب العربی، بیروت

۴۔ تاریخ بغداد، ۳/۶،

۵۔ تاریخ بغداد، ۳/۶،

۶۔ سیر أعلام النبلاء، ۹/۴۶۵،

۷۔ سیر أعلام النبلاء، ۹/۴۶۵،

۸۔ یاقوت الحموی، یاقوت بن عبداللہ، معجم الأدباء: ۱۸/۷، احیاء التراث العربی، بیروت،

۹۔ تاریخ بغداد ۳/۴، وسیر أعلام النبلاء، ۹/۴۵۹،

۱۰۔ تہذیب الکمال، ۲۶/۱۸۹،

۱۱۔ سیر أعلام النبلاء، ۹/۴۶۰،

۱۲۔ تاریخ بغداد، ۳/۷،

۱۳۔ ابن خلکان، احمد بن محمد بن أبی بکر بن خلکان، وفیات الأعیان، ۴/۳۴۶، دار صادر، بیروت

۱۴۔ تاریخ بغداد، ۳/۲۰، وسیر اعلام النبلاء، ۹/۴۶۶،

۱۵۔ وفیات الأعیان، ۴/۳۴۸، و یوسف بن تغری: النجوم الزاهرة فی ملوک مصر والقاہرة، ۲/۱۸۴، المؤسسة المصریة، مصر، ومحمد بن سعد: الطبقات الکبری: ۷/۳۳۵، دار صادر، بیروت والسمعانی: عبدالکریم بن محمد، الأنساب ۵/۵۶۷، دار الجنان، بیروت

۱۶۔ تاریخ بغداد، ۳/۲۰،

۱۷۔ ابن ندیم، محمد بن اسحاق الوارق، الفہرست، ص ۱۱۱، نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی،

۱۸۔ اسماعیل پاشا، بغدادی، ھدیۃ العارفین أسماء المؤلفین وآثار المصنفین: ۶/۱۰، مکتبۃ المثنی، بیروت والفہرست لابن ندیم، ۱۱۱، وخیرالدین الزرکلی، الاعلام قاموس تراجم لاشہر الرجال والنساء، ۶/۳۱۱، دار العلم للملایین، بیروت،

۱۹۔ الأعلام للزرکلی، ۶/۳۱۱،

۲۰۔ دیکھئے الفہرست لابن ندیم، ۸،

۲۱۔ ڈاکٹر مارسڈن جونس: مقدمۃ کتاب المغازی للواقدی: ۱/۱۲، مؤسسة الاعلمی للمطبوعات، بیروت

۲۲۔ الفہرست، ۱۱۱،

۲۳۔ ابن ابی الحدید: شرح نہج البلاغۃ، ۳/۳۳۹،

۲۴۔ محمد بن اسماعیل البخاری، التاریخ الصغیر: ۲۲۱، ادارہ احیاء السنۃ گوجرانوالہ

۲۵۔ تہذیب الکمال، ۲۶/۱۸۸،

۲۶۔ تہذیب التہذیب، ۹/۳۶۷،

۲۷۔ النسائی احمد بن شعیب الضعفاء والمتروکین: ۳۰۳، ادارۃ احیاء السنۃ گوجرانوالہ،

۲۸۔ موسوعۃ أقوال الامام أحمد بن حنبل، للسید

الوالمعالی ورفقاء ہ: ۳/ ۲۹۷، عالم الکتب، بیروت، وعبدالحی ابن العماد الحنبلی، شذرات الذھب، فی أخبار من ذھب: ۲/ ۱۸، دارالافاق، الجدیدہ بیروت،

۲۹۔ سیراعلام النبلاء، ۹/ ۴۶۶،

۳۰۔ العقیلی، محمد بن عمر، کتاب الضعفاء الکبیر، ۴/ ۱۰۸، دارالکتب العلمیۃ، بیروت،

۳۱۔ دارقطنی: علی بن عمر، کتاب الضعفاء والمتروکین، ۱۳۶، الاثریۃ، سانگلہ ھل، شیخوپورہ

۳۲۔ عبدالرحمٰن بن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۴/ ۲۱، دائرہ معارف عثمانیہ، حیدرآباد دکن

۳۳۔ موسوعۃ اقوال الامام احمد، ۳/ ۲۹۸،

۳۴۔ الذہبی، محمد بن احمد، میزان الاعتدال فی نقد الرجال: ۳/ ۶۶۳، داراحیاء الکتب العربیۃ، مصر

۳۵۔ تاریخ بغداد، ۳/ ۱۵،

۳۶۔ تہذیب الکمال، ۲۶/ ۱۸۸،

۳۷۔ ضعفاء الکبیر للعقیلی، ۴/ ۱۰۷،

۳۸۔ ایضاً،

۳۹۔ الہیثمی: نورالدین علی بن أبی بکر، کشف الأستار عن زوائد البزار، ۱/ ۱۸۱، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، والہیثمی، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ۳/ ۱۶۸، دارالفکر، بیروت

۴۰۔ تہذیب التہذیب، ۹/ ۳۶۷،

۴۱۔ ابن عدی: عبداللہ بن عدی جرجانی الکامل فی ضعفاء الرجال ۶/ ۱۴۳، دارالفکر، بیروت

۴۲۔ ابن الأثیر، علی بن محمد بن الاثیر الجزری، الکامل فی التاریخ، ۵/ ۲۰۶، دارالکتاب العربی، بیروت،

۴۳۔ تہذیب التہذیب، ۹/ ۳۶۵،

۴۴۔ تہذیب الکمال، ۲۶/ ۱۹۰،

۴۵۔ سیراعلام النبلاء، ۹/ ۴۵۸،

۴۶۔ تاریخ بغداد، ۳/ ۵،

۴۷۔ معجم الادباء، ۱۸/ ۲۸۷،

۴۸۔ تاریخ بغداد، ۳/ ۱۱،

۴۹۔ سیراعلام النبلاء، ۹/ ۴۶۱،

۵۰۔ سیراعلام النبلاء، ۹/ ۴۵۹،

۵۱۔ تہذیب التہذیب، ۹/ ۳۶۵،

۵۲۔ میزان الاعتدال، ۳/ ۶۶۵،

۵۳۔ تہذیب التہذیب، ۹/ ۳۶۵

۵۴۔ موسوعۃ اقوال الامام احمد، ۳/ ۳۰۰،

۵۵۔ تاریخ بغداد ۳/ ۱۴

۵۶۔ تاریخ بغداد ۳/ ۱۱

۵۷۔ تہذیب الکمال، ۲۶/ ۱۹۲،

۵۸۔ تاریخ بغداد ۳/ ۸

۵۹۔ الضعفاء الصغیر للبخاری، ۲۷۵،

۶۰۔ جرح کے لئے دیکھئے الضعفاء الکبیر للعقیلی،

۴/۱۰۹، اور تعدیل کے لئے دیکھئے تہذیب الکمال، ۲۶/۱۸۹،

۶۱۔ دیکھئے، سنن ابن ماجہ، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی الزینۃ یوم الجمعۃ، ۱۰۹۵،

۶۲۔ سیر اعلام النبلا، ۹/۴۶۴،

۶۳۔ سبط بن العجمی، حاشیہ الکاشف للذہبی، ۲/۲۰۵، مؤسسۃ علوم القرآن، جدہ

۶۴۔ ابن حجر، فتح الباری شرح بخاری، کتاب النکاح، باب کثرۃ النساء، ۹/۱۴۱، قدیمی کتب خانہ کراچی

۶۵۔ بدرالدین محمود بن احمد العینی، عمدۃ القاری، شرح بخاری، کتاب النکاح، باب کثرۃ النساء، ۲۰/۶۹، ۷۰، ادارۃ الطباعۃ المنیریہ

۶۶۔ سیر اعلام النبلا، ۹/۴۵۵،

۶۷۔ سیر اعلام النبلا، ۹/۴۶۹،

۶۸۔ مقدمہ سیرۃ النبی از شبلی نعمانی، ۱/۳۰، دارالاشاعت کراچی،

۶۹۔ مقدمہ سیرت النبی، ۱/۳۱،